مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا علمی و ادبی مجلہ

علی گڑھ میگزین

انتخاب نمبر

۷۵-۱۹۷۶ء

ایڈیٹر
ابوالکلام قاسمی

نگراں
پروفیسر خورشید الاسلام

نگراں :-

پروفیسر خورشید الاسلام

انچارج :-

ڈاکٹر قاضی عبدالستار

مجلسِ ادارت

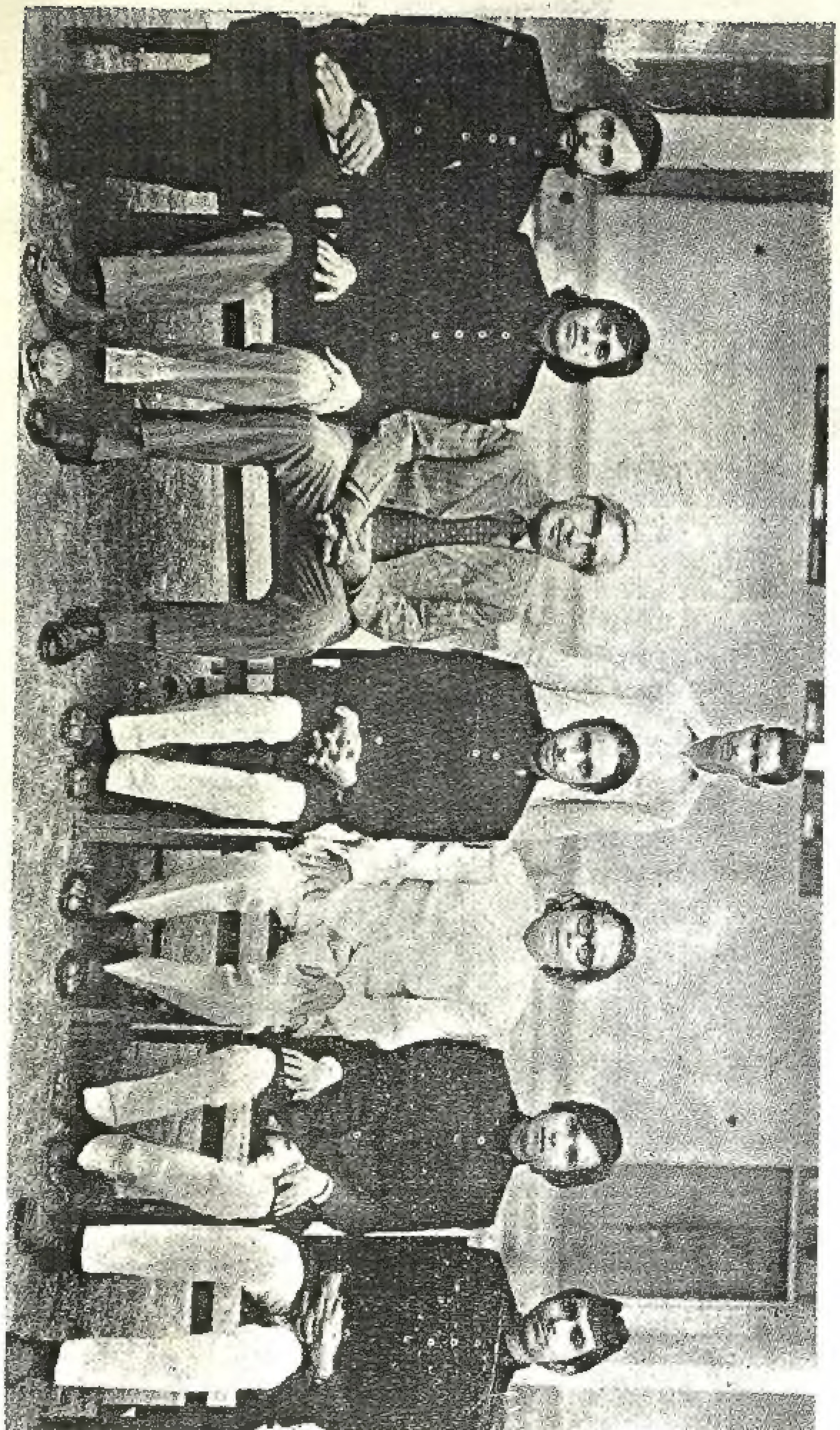
سید محمد امین	ایم، اے (اردو) فائنل	
غضنفر علی غضنفر	" (") "	
سید محی الدین اظہر	" (فارسی) سالِ اوّل	
عبدالرحیم قدوائی	" (انگریزی) "	

ایڈیٹر :-

ابوالکلام قاسمی

طباعت :- لیتھو کلر پرنٹرس۔ اچل تال۔ علی گڑھ۔ فون نمبر ۴۱۸۵
کتابت :- سراج رسول پوری۔

EDITORIAL BOARD



Left to Right—S. M. Amin, G. A. Ghaznfer, Prof. Khurshidul Islam (President) Abul Kalam Qasmi (Editor)
Dr. Q. A. Sattar (Incharge), S. M. Azher, A. R. Qidwai. Standing—Niaz Mohd. (Peon)

حرفِ آغاز

علی گڑھ میگزین کا انتخاب نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے کہ میں انتخاب نمبر کے بارے میں آپ سے باتیں کروں، ادب کے رشتے سے مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کی توجہ اُردو ادب کی موجودہ صورت حال کی طرف مبذول کراؤں، آپ دنیا کی کسی بھی زبان کے ادب کا تاریخی جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ ہر ادب میں مقصدیت اور لامقصدیت کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو یکے بعد دیگرے کبھی تحریک کی شکل میں اور کبھی میلان بن کر سامنے آتا رہتا ہے۔ ادبی میلانات بھی سماجی، معاشرتی اور نفسیاتی حالات کے زائیدہ ہوتے ہیں۔ تہذیب و تمدن کی بھی اس سلسلے میں بڑی اہمیت ہے، اس لئے کہ بالعموم ایسا ہوا ہے کہ جس ملک و قوم میں تہذیب کی جڑیں زیادہ گہری اور ماضی میں دور تک پھیلی ہوئی رہی ہیں وہاں کے ادب میں نئے رجحانات کے امکانات کم رہے ہیں۔ ہندوستان کی ساری زبانیں اور ان کا ادب اس کی بیّن مثال ہے۔ یہاں مذہب، اعتقادات اور روایات سے متعین ہونے والی تہذیب اور ثقافت کا سلسلہ ماضی میں بہت دور تک پھیلا رہا ہے اس لئے یہاں ادبی رجحانات اس طرح انحراف اور روایت شکنی کی شکل میں پیدا نہیں ہو سکے جس طرح فرانس میں ہوتے رہے ہیں۔ فرانس میں عوام کی بیدار مغزی اور آبگینہ صفتی فنی سطح پر نئے سے نئے میلان کے ابھرنے کا سبب رہی۔ کم و بیش یہی صورتحال

کچھ "علی گڈھ نمبر" کے بارے میں

ایڈیٹر

اس نمبر کی اشاعت کے ساتھ "علی گڈھ میگزین" کے خصوصی شماروں کی فہرست میں ایک اضافہ ہو رہا ہے - یہ امر موجب اطمینان و مسرت ہے کہ میگزین کے پچھلے خصوصی شماروں نیز عمومی اشاعتوں کو ارباب نظر نے قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور کام کرنے والوں کی ہمت افزائی کی - اسی بنا پر زیر نظر شمارہ کی ترتیب و تدوین کا حوصلہ ہوا اس بار بھی ہماری کوشش یہی رہی ہے کہ فکر و نظر کا اعلیٰ معیار برقرار رہے اور ہم ایک اہم اور عظیم الشان موضوع پر اپنے مخلص اور مستند ... کام کرنے والوں کے افکار و ارشادات پیش کر سکیں

اس نمبر میں علی گڈھ تحریک کے مختلف اہم پہلوؤں کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس امر کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ گفتگو کا انداز سنجیدہ اور علمی، بحث کی سطح ادبی اور مقصد اصلاحی اور تعمیری ہو - اس سلسلہ میں علی گڈھ کی بعض اہم شخصیتوں کا مطالعہ بھی آگیا ہے جو ہمارے نزدیک علی گڈھ تحریک کے مزاج و اثرات کے تفصیلی جائزہ میں ناگزیر تھا گو ہم اس پر نادم ہیں کہ شخصیات کے حصہ کو جس جامعیت کے ساتھ ہم مرتب کرنا چاہتے تھے وہ ہم سے نہ ہو سکا -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس نمبر کے تصور، دائرہ بحث و نظر اور انداز ترتیب کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کر دیں - ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کی زندگی میں ایک نئی بیداری اور ایک نئے تقاضے کے آثار تیزی سے نمایاں ہونے لگے - عمل اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا جب یوروپین تاجروں کے پہلے قافلے نے اس سرزمین پر قدم رکھا، عرصہ تک اس کے اثرات محدود اور اس کے عواقب غیر محسوس رہے - انیسویں صدی کے آغاز سے اس رد عمل کی واضح نشان دہی ملنے لگتی ہے - اس کے نصف اول میں بنگال کے مشہور و محترم مصلح راجہ رام موہن رائے کی مذہبی اور سماجی اصلاحی تحریک میں مغربی اثرات اور نئے عہد کی جھلک صاف طور پر نمایاں ہو جاتی ہے - راجہ رام موہن رائے ہمارے نئے تہذیبی دور کے سالار کارواں ہیں جنھوں نے زندگی کے نئے تقاضوں کا بڑے خلوص اور حوصلہ سے خیر مقدم کیا - ۱۸۵۷ء کی جد و جہد آزادی کی ناکامی اور انگریزی حکومت کے باقاعدہ قیام و استحکام کے ساتھ یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مشرقی زندگی کا طرز و تصور نئے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکے گا -

شخصیات اور جائزے

حصہ ہے جو ہم دونوں میں خدا کا حصہ ہے قطع نظر کریں تو درحقیقت ہندوستان میں ہم دونوں باعتبار اہلِ وطن ہونے کے ایک قوم ہیں اور ہم دونوں کے اتفاق اور باہمی ہمدردی اور آپس کی محبت سے ملک کی اور ہم دونوں کی ترقی و بہبودی ممکن ہے۔ اور آپس کے نفاق اور ضد و عداوت ایک دوسرے کی بدخواہی سے ہم دونوں برباد ہونے والے ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس نکتے کو نہیں سمجھتے اور آپس میں ان دونوں قوموں میں تفرقہ ڈالنے کے خیالات پیدا کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس مضرت اور نقصان میں وہ خود بھی شامل ہیں اور آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔

اے میرے دوستو۔ میں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ ہندوستان ایک دُلہن کی مانند ہے۔ جس کی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھیں ہندو و مسلمان ہیں۔ اگر وہ دونوں آپس میں نفاق رکھیں گے تو وہ ہماری دُلہن بھینگی ہو جاوے گی اور اگر ایک دوسرے کو برباد کر دیں گے تو وہ کانی بن جاوے گی۔ پس اے ہندوستان کے رہنے والے ہندو اور مسلمانو! اب تم کو اختیار ہے کہ چاہے اس دُلہن کو بھینگا بناؤ چاہے کانا۔

سید احمد خاں

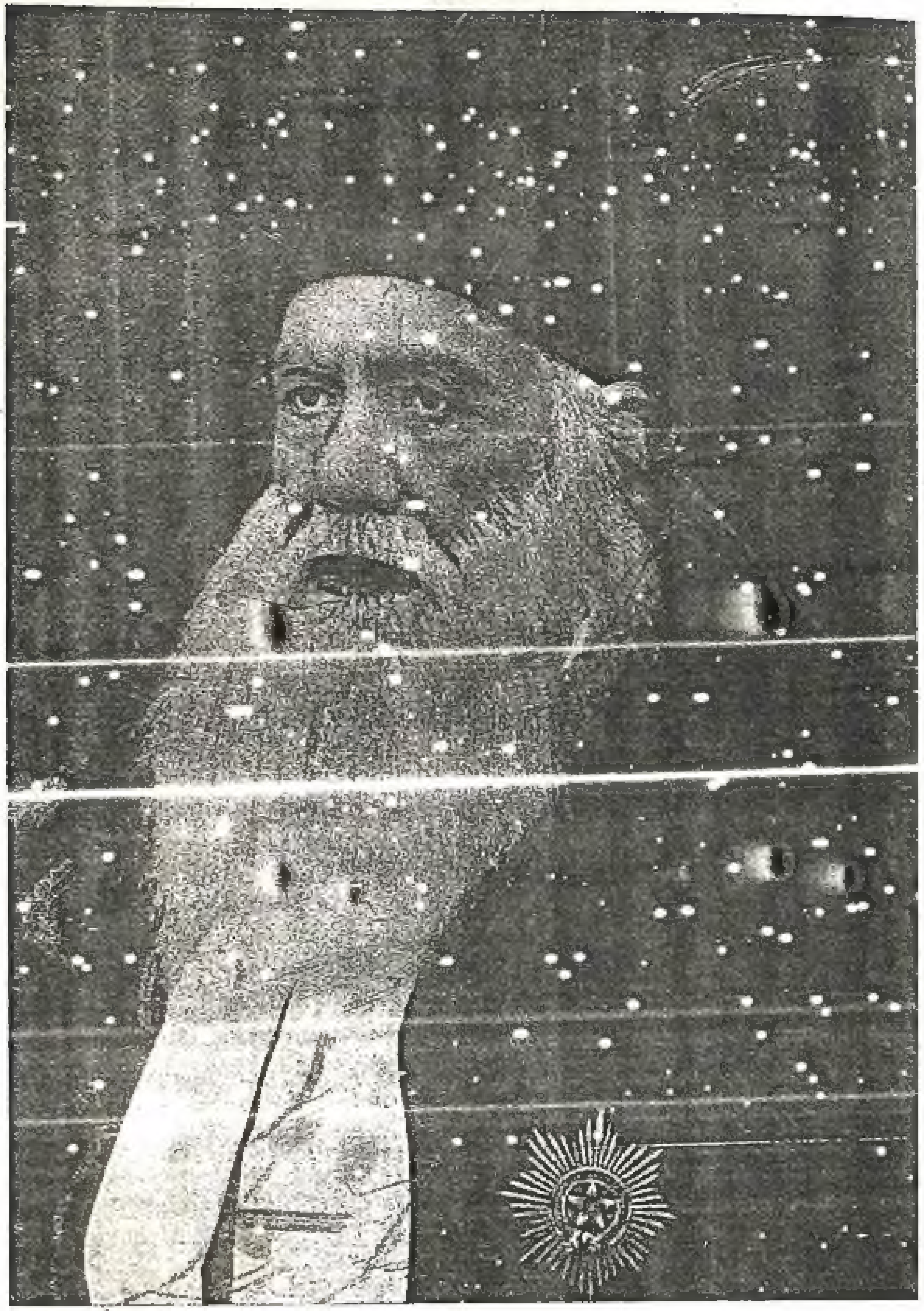
(تقریر پٹنہ ۱۸۸۳ء)

علیگڈھ نمبر

فہرست

سرسیّد اور ہندوستان

اُے عزیزو۔ جس طرح ہندوؤں کی شریف قومیں اس ملک میں آئیں اسی طرح ہم بھی اس ملک میں آئے ہندو اپنا ملک بھول گئے۔ اپنے دیس سے پردیس ہونے کا زمانہ ان کو یاد نہیں رہا اور ہندوستان ہی کو انھوں نے اپنا وطن سمجھا اور یہ جانا کہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے درمیان ہمارا ہی وطن ہے ہم کو بھی اپنا ملک چھوڑے سیکڑوں برس ہو گئے۔ نہ وہاں کی آب و ہوا ہم کو یاد ہے نہ اس ملک کی فضا کی خوبصورتی نہ وہاں کے پھلوں کی تر و تازگی اور نہ میووں کی لذت اور نہ اپنے مقدس ریتیلے اور کنکریلے ملک کی برکت۔ ہم نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور اپنے سے پیش قوموں کی طرح ہم بھی اس ملک میں رہ پڑے۔ پس اب ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں۔ مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں پیتے ہیں۔ ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں۔ مرنے میں جینے میں دونوں کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا۔ دونوں کی رنگتیں ایک سی ہو گئیں۔ دونوں کی صورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سیکڑوں رسمیں اختیار کر لیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی سیکڑوں عادتیں لے لیں۔ یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے کہ ہم دونوں نے مل کر ایک نئی زبان اُردو پیدا کرلی جو نہ ہماری زبان تھی نہ ان کی۔ پس اگر ہم اس



LATE SYED AHMAD KHAN

می توان قطب زماں شد، می تواں شد غوثِ وقت

ہر چہ خواہی می توانی شد، بجز انساں شدن

چیست انسانی؟ تپیدن در غمِ ہمسایگاں

از سمومِ نجد در باغِ عدن بریاں شدن

خوار دیدن خویش را از خواریِ ابنائے جنس

در شبستاں تنگ دل از محنتِ زنداں شدن

زیستن در فکرِ قوم و مُردن اندر بندِ قوم

گر توانی می توانی سیّد احمد خاں شدن

الطاف حسین حالی

ایڈیٹوریل بورڈ

ذاکر صاحب

کی

خدمت میں

ع بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من

سرسیّداورہندوستان

"اے عزیزو۔ جس طرح ہندوؤں کی شریف قومیں اس ملک میں آئیں اسی طرح ہم بھی اس ملک میں آئے ہندو اپنا ملک بھول گئے۔ اپنے دیس سے پردیس ہونے کا زمانہ ان کو یاد نہیں رہا اور ہندوستان ہی کو انھوں نے اپنا وطن سمجھا اور یہ جانا کہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے درمیان ہمارا ہی وطن ہے۔ ہم کو بھی اپنا ملک چھوڑے سیکڑوں برس ہو گئے۔ نہ وہاں کی آب و ہوا ہم کو یاد ہے نہ اس ملک کی فضا کی خوبصورتی نہ وہاں کے پھلوں کی تروتازگی اور نہ میووں کی لذت اور نہ اپنے مقدس ریتیلے اور کنکریلے ملک کی برکت۔ ہم نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور اپنے سے پیش قوموں کی طرح ہم بھی اس ملک میں رہ پڑے۔ پس اب ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں۔ مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں پیتے ہیں۔ ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں۔ مرنے میں جینے میں دونوں کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا۔ دونوں کی رنگتیں ایک سی ہو گئیں۔ دونوں کی صورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سیکڑوں رسمیں اختیار کر لیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی سیکڑوں عادتیں لے لیں۔ یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے کہ ہم دونوں نے مل کر ایک نئی زبان اُردو پیدا کرلی جو نہ ہماری زبان تھی نہ ان کی۔ پس اگر ہم اس